انّ الفضل بید اللّٰہ یؤتیہ من یشاء عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۵ — ٹیلیفون نمبر ۹۱

ایڈیٹر غلام نبی — تار کا پتہ الفضل قادیان

الفضل قادیان — روزنامہ — خطبہ نمبر

THE DAILY ALFAZL, QADIAN.

قیمت فی پرچہ ۱ — قیمت سالانہ

جلد ۲۶ | مورخہ ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ | یوم جمعہ | مطابق ۱۱ فروری ۱۹۳۸ء | نمبر ۳۵

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک جدید کا دورِ ثانی اور دوسری مدات

(۱) سادہ زندگی (۲) ایک کھانا کھانا (۳) نئے زیور نہ بنوانا۔

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۴ فروری سنہ ۱۹۳۸ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

تحریک جدید کے متعلق بعض دوستوں کی طرف سے مجھے خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ کہ اس کی جو دوسری مدات تھیں۔ آیا وہ اب تک جاری ہیں۔ یا نہیں۔ سو میں اس بارے میں آج بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں:۔

سب سے اول تو یہ بات سوچنے والی ہے کہ

اچھی بات آیا وقتی ہوا کرتی ہے یا دائمی

ایک باتیں صداقت کی ایسی ہوتی ہیں۔ جو دائمی ہوتی ہیں۔ ان دائمی صداقتوں کو کبھی بھی ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر کسی وقت ان میں کسی قسم کی سہولت روا رکھی جائے تو وہ سہولت وقتی ہوگی۔ اور جب کبھی تبدیلی ہوگی۔ اس سہولت کے دور کرنے میں ہوگی۔ نہ کہ اصل چیز کے دور کرنے میں۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شروع زمانہ میں چونکہ عرب میں رواج تھا۔ کہ لوگ

گدھے کا گوشت

بھی کھا لیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس میں دخل نہ دیا۔ لیکن بعد میں جا کر آپ نے اس سے روک دیا۔ درحقیقت گدھا اپنی اخلاقی حالت کے لحاظ سے شروع سے ہی دوسرے ممنوع جانوروں سے مشابہت رکھتا تھا۔ مگر وقتی ضرورتوں اور لوگوں کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے ابتداء میں اس میں دخل نہ دیا۔ یا

متعہ کے بارے میں

آپ نے شروع میں کوئی حکم نہ دیا۔ لیکن دوسرے وقت جا کر آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ تو جو چیزیں اپنے اندر کوئی بُرائی یا عیب رکھتی ہیں۔ ان میں اگر کسی وقت کوئی سہولت دی جاتی ہے۔ تو وہ سہولت عارضی ہوتی ہے۔ اصل حکم عارضی نہیں ہوتا۔ مثلاً تحریک جدید ہے۔ اس میں ایک ہدایت یہ تھی۔ کہ سادہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اب یہ غور کرنا چاہیئے۔ کہ آیا سادہ زندگی اسلام کا کوئی اصل ہے۔ یا ضرورت کے مطابق اس کی ہدایت دی جاتی ہے۔ اگر اصل اسلامی تعلیم یہ ہو کہ انسان کو خوب عیاشانہ طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ تو

سادہ زندگی کا حکم

عارضی سمجھا جائے گا۔ اور یہ سوال ہر وقت کیا جا سکے گا۔ کہ اب اس ہدایت پر عمل ترک کر دیا جائے یا نہ کیا جائے لیکن اگر اسلام کی اصل تعلیم سادہ زندگی کی ہو۔ تو پھر اس حکم کے متعلق یہ سوال نہیں ہوگا۔ کہ یہ عارضی ہے۔ اسے واپس لے لیا جائے۔ بلکہ یہ سوال ہوگا۔ کہ اس حکم کو کامل طور پر جاری کرنے میں اگر کوئی روک تھی تو اس روک کو کب دور کیا جائے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے بطور شریعت سادہ زندگی کی کوئی تعریف نہیں کی۔ اسلام نے بطور اصول یہ تو بتایا ہے کہ سادہ زندگی اختیار کرو۔ مگر یہ تعریف نہیں کی۔ کہ سادہ زندگی کس کو کہتے ہیں۔ پس یہ بحث تو کی جا سکتی ہے۔ اور ہر وقت کی جا سکتی ہے۔ کہ سادہ زندگی کی تعریف کیا ہے۔ اور آیا فلاں احکام جو سادہ زندگی اختیار کرنے کے ضمن میں دیئے گئے ہیں۔ وہ سادہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا نہیں رکھتے۔ یا بعض افراد یا بعض قومیں آپس میں مل کر فیصلہ کر لیں کہ فلاں بات بھی سادہ زندگی کے اصول میں شامل کر لینی چاہیئے۔ لیکن اصولی طور پر اس بات پر بحث نہیں ہو سکتی۔ کہ آیا سادہ زندگی اختیار کرنی چاہیئے یا نہیں۔ کیونکہ یہ خالص اسلام کا حکم ہے۔ اور قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں احکام اس معاملہ میں موجود ہیں جو

ہمارے لئے خضر راہ اور ہدایت نامہ

ہیں۔ اور پھر ہماری عقل بھی ہماری اسی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اگر ہم نے دنیا میں اس اسلامی تہذیب کو قائم کرنا ہے۔ جو اس دنیا میں بھی اسی طرح بنی نوع انسان کے لئے بہشت کھینچ کر لاتی ہے جس طرح اگلے جہان میں بہشت ہے۔ تو لازماً اس معاملہ میں آہستہ آہستہ ہمیں بعض اور قیود بھی بڑھانی پڑیں گی۔ یہاں تک کہ اسلام کے منشاء کے مطابق سادہ زندگی کی روح دنیا میں قائم ہو جائے۔ بیشک ایک کھانا کھانا چاہیئے یا زیادہ کی بھی اجازت ہو۔ یہ خود اپنی ذات میں پورے طور پر سادہ زندگی کے مفہوم کو ادا کرنے والے نہیں۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہی ثابت ہے کہ آپ ایک کھانا کھانے پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ الّا ماشاء اللہ خاص دعوتوں یا عیدین کے موقع پر آپ نے ایک سے زائد کھانے کھا لئے تو یہ اور بات ہے۔ چنانچہ ان قیود سے عیدوں کو میں نے پہلے ہی مستثنےٰ کر دیا تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب یہ سوال پیش ہوا۔ تو آپ نے عیدین کے متعلق فرمایا۔ یہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے کھانے پینے کے دن رکھے ہیں۔ تو میں نے سادہ طعام کے متعلق جو ہدایت دی تھی۔ اس میں یہ اصول مقرر کیا تھا۔ کہ عیدوں پر ایک سے زائد کھانا کھانے کی اجازت ہے۔ ہاں لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق پھر بھی سادگی کو مدنظر رکھیں کیونکہ جب سادہ زندگی اصل کے طور پر ہے۔ تو اس میں وسعت پیدا کرتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

ہمارے پنجاب میں اچھی اچھی دعوتوں کے موقع پر صرف چار یا پانچ کھانوں پر لوگ کفایت کرتے ہیں۔ لیکن انگریزوں میں جہازوں اور ہوٹلوں میں عام کھانے ہی سات آٹھ پکتے ہیں۔ اور ان کے رات کے ڈنر میں تو پندرہ پندرہ سولہ سولہ کھانے ہوتے ہیں۔ گو وہ سارے پکے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ بعض کھانے چٹنیوں کی قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی بہت سے کھانے پکتے ہیں۔ اسکے مقابلہ میں ہمارے ہندوستان کے ہی بعض گوشوں میں مہمان نوازی کی تعریف یہ سمجھی جاتی ہے۔ کہ تیس تیس چالیس چالیس کھانے پکائے جائیں۔

مجھے اپنی عمر میں صرف ایک دفعہ ایسی دعوت میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے وقت کی بات ہے۔ کہ ہم بعض دوست ایک وفد کی صورت میں ہندوستان کے مختلف مدارس دیکھنے کے لئے گئے۔ جب دورہ کرتے ہوئے ہم ایک شہر میں پہنچے تو وہاں ایک پرانی وضع کے نہایت مخلص احمدی تھے۔ انہوں نے میرے آنے کی خوشی میں دعوت کی اور اس خیال سے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہوں میرے اعزاز میں انہوں نے بہت سے کھانے پکائے میں نے وہ کھانے گنے تو نہیں مگر یہ مجھے یاد ہے۔ کہ جو کھانے میرے دائیں بائیں رکھے گئے تھے وہ اتنے تھے۔ کہ اگر میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلا بھی دیتا تو وہ دائیں بائیں کی طشتریوں کو نہیں ڈھانپ سکتے تھے۔ اور جو میرے سامنے کھانے پڑے تھے۔ وہ اتنے زیادہ تھے۔ کہ اگر میں لیٹ بھی جاتا تب بھی بعض کھانے دور رہ جاتے۔ میں نے جب اس قدر کھانے پکے ہوئے دیکھے تو ایک دوست سے میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ اتنے کھانے انہوں نے کیوں تیار کئے ہیں۔ اس پر اس نے چپکے سے میرے کان میں کہا کہ آپ اس امر کا یہاں ذکر نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح ان کی دل شکنی ہوگی۔ یہاں یہ رواج ہے کہ جب کسی کے اعزاز میں دعوت کی جاتی ہے۔ تو خاص طور پر بہت زیادہ کھانے پکائے جاتے ہیں۔ پس جو کھانا آپ نے کھانا ہے۔ کھا لیں۔ کچھ کہیں نہیں۔ اب یہ بھی

دعوت کا ایک طریق

ہے۔ تو زیادتی میں بھی سادگی کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے کیونکہ ایک سے زائد کھانے کے معنے دو بھی ہو سکتے ہیں۔ تین بھی ہو سکتے ہیں۔ دس بھی ہو سکتے ہیں۔ بیس بھی پس ہمیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ سادگی اصل حکم ہے۔ اور ترفہ ایک عارضی اجازت اور عارضی اجازت ہر حالت میں اصل حکم کے تابع رہنی چاہیئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک امیر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ مولوی صاحب! ہاضمہ کی کوئی اچھی سی دوائی مجھے دیں۔ تا کہ میں کھانا پیٹ بھر کر کھا سکوں۔ میری یہ حالت ہے کہ بس لقمہ دو لقمے کھاتا ہوں اور پیٹ بھر جاتا ہے۔ آپ فرماتے کہ ایکدن مجھے اس امیر کے دستر خوان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کھانے کی چالیس پچاس طشتریاں اس کے سامنے آئیں اس نے ہر تھالی میں سے ایک دو لقمے لئے اور چکھا کہ ان سب میں سے اچھا کھانا کونسا ہے۔ پھر دو چار کھانے جو اُسے پسند آئے وہ اس نے الگ کر لئے اور ان میں سے تھوڑے سے لقمے لینے کے بعد کہنے لگا۔ دیکھئے مولوی صاحب۔ اب بالکل کھایا نہیں جاتا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ فرماتے تھے۔ کہ میں نے اسے کہا۔ یہ کوئی بیماری نہیں۔ کیونکہ جو چکھنے کے لقمے ہیں وہ بھی تو آپ کے معدہ میں ہی گئے ہیں اور اس سے زیادہ کوئی تندرست آدمی نہیں کھا سکتا۔

پس میں اس بارے میں جہاں پھر سادگی کی تاکید کرتا ہوں وہاں میں بعض دوستوں کی متواتر تحریک پر دو استثنےٰ بھی کر دیتا ہوں۔ ایک تو عیدوں کی طرح میں جمعہ کا استثنےٰ بھی کرتا ہوں۔ اور اس دن ایک سے زائد کھانا کھانے کی لوگوں کو اجازت دیتا ہوں۔ مگر اسی حد تک کہ اگر اس دن کوئی دوسرا کھانا کھا لے تو جائز ہوگا۔ یہ نہیں۔ کہ ضرور اس دن ایک سے زائد کھانے پکائے جائیں۔ اور اس استثنےٰ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس دن کئی کئی کھانے پکنے لگ جائیں۔ پس جمعہ کا میں استثنےٰ کرتا ہوں اور اس دن دو کھانوں کی اجازت دیتا ہوں۔ کیونکہ جمعہ کے متعلق بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ یہ ہماری عید ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ چھٹیوں کے دنوں میں چونکہ رشتہ دار وغیرہ جمع ہوتے ہیں۔ اور ان کی

خاص طور پر خاطر مدارت

کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے چھٹی کے دن بھی اس قید کو اڑا دیا جائے۔

میرے لئے یہ سوال مشکل پیدا کر رہا ہے کہ میں اتوار کو چھٹی قرار دوں۔ یا جمعہ کو۔ کیونکہ اصل سوال یہ ہے۔ کہ چونکہ چھٹی کے دن رشتہ دار ایک دوسرے کے ہاں ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے اس خوشی کے موقعہ پر کسی قدر خاطر مدارات کے لئے یہ اجازت ہونی چاہیئے۔ کہ ایک سے زائد کھانے پکائے جائیں۔ اب ایک طرف چونکہ سرکاری دفاتر میں اتوار کو چھٹی ہوتی ہے۔ اس لئے اس اجازت کے ماتحت اتوار کو مستثنےٰ کرنا چاہیئے۔ لیکن دُوسری طرف رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے لئے عید کا لفظ فرمایا ہے۔ اس لئے اس رخصت کا حقدار وُہ دن ہے۔ اگر شریعت اور موجودہ حالات کا لحاظ رکھا جائے۔ تو ہفتہ میں دو دن مستثنےٰ کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن

ہفتہ میں دو دن کا استثنےٰ

بہت زیادہ ہے۔ اور اس طرح سہولت بہت وسیع ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کا ادب ملحوظ رکھتے ہُوئے یہی مناسب سمجھا ہے۔ کہ ہم چھٹی کا دن جمعہ کو ہی قرار دیں گو عملاً ہمارے ملک میں جمعہ کے دن چھٹی نہیں ہوتی۔ لیکن زمیندار۔ تاجر۔ اور جو لوگ ایسی جگھوں میں ملازم ہیں۔ جہاں جمعہ کے دن چھٹی ملتی ہے۔ اب بھی جمعہ کو چھٹی کرتے ہیں۔ اور کر سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ جنہیں اتوار کو چھٹی ملتی ہے۔ وُہ بھی اگر چاہیں۔ تو اس بات کی عادت ڈال سکتے ہیں۔ کہ اتوار کو اپنے آرام کا وقت رکھ لیں۔ اور جمعہ کی شام کو اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے رشتہ داروں سے مل لیں۔ گویا رشتہ داروں کی ملاقات کا وقت بجائے اتوار کے جمعہ کی شام کو رکھا جائے۔ اس طرح جمعہ کے استثنےٰ سے فائدہ اٹھا کر وُہ ان کی خاطر مدارات کے لئے ایک سے زائد کھانا تیار کر سکتے ہیں۔

غرض شرعی مسئلہ چونکہ جمعہ کی تائید میں ہے۔ اس لئے میرا میلان طبع اسی طرف ہے۔ کہ بجائے اتوار کے جمعہ کو مستثنےٰ کیا جائے۔ بعد میں اگر دوست اس میں کوئی مشکلات دیکھیں تو وُہ بتا سکتے ہیں۔ اور اس پر ہر وقت غور کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال میں

جمعہ کا استثنےٰ

کرتا ہوں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہر جمعہ کو ضرور ایک سے زائد کھانے پکائے جائیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ اگر کوئی ایسی تقریب ہو۔ جب رشتہ دار۔ یا دوست احباب جمع ہوں۔ یا کوئی مہمان آئے ہُوئے ہوں۔ تو ان کی خاطر اگر دو کھانے پکا لئے جائیں تو جائز ہوگا۔

اس استثنےٰ کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ بہت سے دوستوں نے شکایت کی ہے کہ ہمارے پنجاب۔ اور ہندوستان میں چاول نیم غذا ہے۔ جس کا کبھی کبھی کھانا صحت کے لحاظ سے اور ملک کی آب وہوا کے لحاظ سے ضروری ہوتا ہے۔ مگر اس حکم سے کہ ایک کھانا کھایا جائے۔ ہم چاول کو بالکل ترک کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کیونکہ صرف چاول کھانے کی عادت نہیں ہوتی۔ اور روٹی سالن کے علاوہ اگر چاول کھائیں تو دو کھانے ہو جاتے ہیں۔ پس ایک کھانا کھانے کی وجہ سے یہ جو دقّت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ لوگ روٹی ہی کھاتے تھے چاول نہیں کھا سکتے تھے۔ حالانکہ چاولوں کا کبھی کبھی کھانا ہماری ملکی آب وہوا کے لحاظ سے ضروری ہے۔ اس استثنےٰ سے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ اور وُہ لوگ جو شکایت کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک کھانا کھانے کا حکم دے کر چاول کی غذا بالکل بند کر دی گئی ہے۔ انہیں اطمینان ہو جائے گا۔ اور وُہ جمعہ کے دن حسب خواہش روٹی کے علاوہ چاول بھی کھا سکیں گے۔

دُوسرا استثنےٰ

جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ وُہ یہ ہے۔ کہ دعوتوں کے موقعہ پر میں نے پہلے یہ شرط رکھی تھی۔ کہ اگر اپنا ہی کوئی احمدی دوست مہمان ہو۔ تو دستر خوان پر میزبان صرف ایک ہی کھانا کھائے۔ لیکن اگر کوئی غیر مہمان ہو۔ تو اس کے ساتھ ایک سے زائد کھانے کھا سکتا ہے۔ اس کے متعلق بعض دوستوں نے شکایت کی ہے۔ کہ یہ پابندی بہت مشکلات پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ جب مہمان دو کھانے کھا رہا ہو۔ اور ہم صرف ایک ہی کھانا کھائیں۔ تو یہ امر مہمان پر بہت شاق گزرتا ہے۔

پس آئندہ کے لئے میں اس پابندی کو بھی دُور کرتا ہُوں۔ اور اس امر کی اجازت دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی ایسا مہمان ہو۔ جس کے لئے ایک سے زائد کھانے پکائے گئے ہوں۔ تو اس صُورت میں خود بھی دو کھانے کھانے جائز ہونگے۔ مگر شرط یہ ہے کہ کوئی غیر مہمان ہو۔ یہ نہ ہو۔ کہ اپنے ہی رشتے دار بغیر کسی خاص تقریب کے اکھٹے ہوں۔ اور ان کے لئے (جمعہ کے استثنےٰ کے علاوہ) ایک سے زائد کھانے تیار کر لئے جائیں۔ اور خود بھی دو دو کھانے کھائے جائیں۔

غرض میری یہ اجازت اس حالت کے لئے ہے۔ جب غیر لوگ مہمان ہوں۔ یا اپنے عزیزوں کی خاص دعوت ہو۔

میں سمجھتا ہُوں۔

اس سے زیادہ کوئی اور سہولت

دینا سوائے تکلف کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ مثلاً اگر مہمان کے لئے تین چار کھانے پکائے جائیں۔ تو میزبان کو مہمان کے ساتھ سب کھانے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آ سے زیادہ سے زیادہ دو کھانے کھانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اور اگر یہ اُن کھانوں میں سے دو کھانے کھائے گا۔ تو مہمان کو یہ اصرار نہیں ہوگا۔ کہ ضرور تین کھانے کھاؤ۔ مہمان کی طرف سے اسی وقت اصرار ہوتا ہے۔ جب یہ صرف ایک کھانا کھاتا ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں یہ عام دستُور ہے۔ کہ روٹی سالن ایک کھانا سمجھا جاتا ہے۔ اور چاول دُوسرا کھانا۔ اب جب یہ صرف روٹی سالن پر اکتفا کرتا ہے۔ اور چاول نہیں کھاتا۔ تو مہمان کو یہ بات چبھتی ہے۔ لیکن اگر یہ روٹی سالن بھی کھا لے اور چاول بھی کھا لے۔ تو مہمان یہ اصرار نہیں کرے گا۔ کہ اب ضرور فلاں چیز بھی کھاؤ۔ کیونکہ وُہ خیال کرے گا کہ جو چیز اُسے پسند تھی۔ اس نے کھا لی اگر فلاں چیز یہ نہیں کھانا چاہتا۔ تو نہ کھائے۔ پس چونکہ صرف روٹی سالن کھانے سے ایک امتیاز معلوم ہوتا ہے اور مہمان کو یہ بات چبھتی ہے۔ اس لئے دُوسرا کھانا کھانے کی بھی اجازت ہے۔ اس طرح میں سمجھتا ہُوں۔ مہمان پر اُس کا طریق عمل گراں نہیں گزرے گا۔ کیونکہ جب مثلاً دستر خوان پر دو سالن ہوں گے اور یہ صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ تو وُہ خیال کرے گا۔ کہ اس نے ایک سالن تو استعمال کر لیا۔ دُوسرا نہیں کیا۔ تو نہ کرے۔ کیونکہ ایک سالن دوسرے سالن کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے ملک میں روٹی چاول کا قائم مقام نہیں سمجھی جاتی۔ اس لئے مہمان کو یہ امر چبھتا ہے کہ میزبان نے مثلاً خالی چاول کھائے ہیں۔ یا صرف روٹی کھائی ہے۔ اور اسے بھی دوسری اشیاء استعمال کرنے میں حجاب ہوتا ہے۔

ہاں ایک اور استثنےٰ

میں گزشتہ سالوں میں کر چکا ہوں۔ وُہ قائم ہے۔ اور وُہ رسمی یا حکام کی دعوتوں کے متعلق ہے۔ ایسی دعوتوں میں ایک سے زیادہ کھانے کھانا یا کھلانا جو ملک کے رواج کے مطابق ضروری ہوں جائز رکھا گیا تھا۔ اور اب بھی جائز ہے

بعض ملکوں میں جیسے

بنگال اور بہار کے علاقے

ہیں۔ چاولوں کے ساتھ ایک پتلی دال پکاتے ہیں۔ جس کی غرض محض چاولوں کو گیلا کرنا ہوتی ہے۔ اس کی اجازت میں پچھلے دَور میں دے چکا ہوں۔ اور اس دور میں پھر اس کو دُہرا دیتا ہوں کہ جن علاقوں میں یہ رواج ہے۔ کہ تھوڑا سا خشک سالن وہ چاولوں کے ساتھ استعمال کرنے کے لئے الگ پکاتے ہیں۔ اور ایک پتلی دال جو بالکل پانی کی طرح ہوتی ہے۔ الگ پکاتے ہیں۔ تاکہ چاول گیلے ہو کر آسانی سے ہضم ہو سکیں انہیں پتلی دال استعمال کرنے کی اجازت ہے کیونکہ یہ پتلی دال وہاں غذا نہیں سمجھی جاتی بلکہ غذا صرف خشک سالن اور چاول ہوتی ہے۔ یہ دال صرف اس لئے بنائی جاتی ہے تاکہ چاول گیلے ہو جائیں۔ اور انہیں نگلنے میں آسانی ہو

یہ استثنیٰ اگرچہ میں نے پچھلے دور میں کر دیا تھا۔ مگر اس دور میں مَیں پھر اس کو دہرا دیتا ہوں۔ مگر یہ شرط ہے۔ کہ وہ دال پتلی دال تک ہی محدود ہو۔ اگر اس دال کو خود ایسا گاڑھا اور مرغن بنا لیا جائے کہ وہ سالن کا کام دے سکے۔ تو پھر اس کی اجازت نہیں۔

خطبوں میں، تو مجھے یاد ہے۔ لیکن یہ یاد نہیں کہ کسی خطبہ میں بھی مَیں بیان کر چکا ہوں۔ یا نہیں۔ کہ

اچار اور چٹنی اگر سادہ ہو

اور بطور مصالحہ یا ہاضوم کے اسے استعمال کیا جائے۔ تو کھانے کے ساتھ اس کا استعمال جائز ہے۔ لیکن بعض ملکوں میں چٹنی بھی سالن کا قائم مقام سمجھی جاتی ہے پس جب چٹنی میں بھی تکلف کی کوئی صورت ہو۔ اور سالن کے قائم مقام سمجھی جا سکے تو پھر اس کے استعمال میں بھی احتیاط کرنی چاہیئے۔ ہر شخص کا معاملہ خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے اور فائدہ اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے جب انسان حجت اور حیلہ سازی سے کام نہ لے۔ اگر چٹنی اور اچار صرف چٹنی اور اچار کی حد تک ہی ہو۔ اور اس کے استعمال کی غرض یہ ہو کہ ہاضمہ درست ہو۔ اور کھانا ہضم ہو جائے۔ تو اس کا استعمال جائز ہے۔ لیکن اگر وہ سالن کے قائم مقام ہو۔ تو پھر کسی دوسرے سالن کے ساتھ اس کا استعمال جائز نہیں۔ اور یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ بعض علاقے ایسے ہیں۔ جہاں چٹنیاں ہی چٹنیاں بنا کر کھاتے ہیں۔ کوئی الگ سالن استعمال نہیں کرتے۔ ایک دفعہ جب میں شملہ میں تھا۔ تو ایک رئیس میری ملاقات کے لئے آئے۔ اُن سے دوران گفتگو میں کہیں میں نے ذکر کر دیا کہ سنا ہے آپ کے وطن میں کھانے اور قسم کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے اس بات کا کوئی خیال نہ رہا۔ انہوں نے میری دعوت کی۔ جب میں ان کے ہاں پہنچا تو میں نے دیکھا۔ کہ چھوٹی چھوٹی پیالیاں آنی شروع ہو گئیں جنہیں مختلف قسم کی چٹنیاں تھیں۔ میں نے ان چٹنیوں کو کچھ چکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ اب مَیں یہ انتظار کرتا رہا۔ کہ کھانا آتے۔ تو میں کھاؤں۔ مگر کھانا کوئی نہ آیا۔ یہاں تک کہ گیارہ بج گئے اور ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔ راستہ میں میں نے حافظ روشن علی صاحب مرحوم سے جو میرے ساتھ تھے پوچھا۔ کہ کیا آج ہماری یہاں دعوت نہیں تھی؟ اور کیا ہمیں غلطی تو نہیں لگی۔ کہ ہم دعوت کے خیال سے یہاں آ گئے؟ وہ اتفاق سے اس علاقہ میں رہ چکے تھے۔ وہ کہنے لگے کھانا آیا جو تھا۔ آپ نے نہیں کھایا؟ میں نے کہا کھانا کون آیا۔ کچھ چٹنیاں آئی تھیں۔ وہ میں چکھ کر چھوڑتا گیا۔ کہنے لگے وہی تو کھانا تھا۔ میں نے کہا۔ مَیں نے سمجھا۔ کہ یہ صرف ہاضمہ کے تیز کرنے کے لئے چٹنیاں آ رہی ہیں اور چونکہ مجھے کھانسی کی شکایت تھی میں چکھ کر چھوڑ دیتا تھا۔ کھاتا نہ تھا۔ اور خیال کرتا تھا۔ کہ اصل کھانا بعد میں آئیگا کہنے لگے یہی چٹنیاں جو انہوں نے بھجوائی تھیں۔ کھانا تھیں۔ تو بعض علاقوں میں چٹنیاں بھی کھانا سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے میرے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ یہاں تک کہ مجھے راستہ میں دریافت کرنا پڑا۔ کہ آیا ہماری یہاں دعوت بھی تھی۔ یا نہیں۔ اگر اس قسم کی چٹنیاں ہوں۔ تو پھر یہ بھی کھانے میں شمار ہوں گی۔ اور ان میں بھی سادگی اور حد بندی کی ضرورت ہو گی۔

لباس کے متعلق

بھی بعض دوستوں نے دریافت کیا ہے۔ حالانکہ لباس کی سادگی نہایت ضروری چیز ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ لباس میں سادگی نہ ہونے کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ امیروں اور غریبوں میں ایک بین فرق ہے۔ امیر اپنے کپڑے سنبھالے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور ہر وقت انہیں یہ خیال رہتا ہے۔ کہ کہیں کپڑے پر داغ نہ لگ جائے کہیں میلا نہ ہو جائے اور اس طرح وہ غرباء سے پرے رہتے ہیں۔ پس

لباس میں سادگی نہایت ضروری ہے

بلکہ میں یہاں تک کہوں گا۔ کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک جوڑا ہے اور وہ اسے ایسی احتیاط سے رکھتا ہے کہ ہر وقت اسے یہ خیال رہتا ہے کہیں اس پر دھبہ نہ پڑ جائے۔ کہیں اس پر داغ نہ لگ جائے اور اس طرح غریبوں سے اس کے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تو اس نے ہرگز تحریک جدید کے اس مطالبہ پر عمل نہیں کیا۔ اس کے مقابلہ میں اس شخص کو مَیں زیادہ سادہ کہوں گا جس کے پاس دو یا تین جوڑے کپڑوں کے ہیں۔ اور وہ ان کے متعلق ایسی احتیاط نہیں کرتا جو امارت و غربت میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ درحقیقت لباس میں ایسا تکلف جو انسانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کا موجب ہو جائے۔ جو بنی نوع انسان میں کئی قسم کی جماعتیں پیدا کرنے محرک ہو جاتے سخت ناپسندیدہ اور فتنے پیدا کرنے والا ہے۔ خواہ اس کے پاس ایک ہی جوڑا ہو۔ یا دو ہوں۔ پس یہ ہدایت بھی کوئی وقتی ہدایت نہیں۔ بلکہ مستقل ہدایت ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے انسانوں میں سے تفرقہ دور ہوتا ہے۔

عورتوں میں خصوصاً اعلےٰ لباس کی بہت پابندی ہوتی ہے۔ اور اس میں ان کی طرف سے بڑے بڑے اسراف ہو جاتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض گھر عورتوں کے لباس اور زیور کی وجہ سے ہی برباد ہو گئے ہیں۔ انگریز اقتصادی لحاظ سے بہت بڑی محتاط قوم ہے۔ مگر ان میں بھی عورتوں کے لباسوں کے اخراجات کی وجہ سے بڑے بڑے امراء تباہ ہو جاتے ہیں عورت بازار میں جاتی اور مختلف فیشنوں کے جنون میں ماری جاتی ہے۔

میں نے ایک دفعہ ایک ولائتی اخبار میں لطیفہ پڑھا کہ فرانس میں جہاں فیشن کا سب سے زیادہ خیال رکھا جاتا ہے ایک عورت جو فیشن میں خاص طور پر مشہور تھی۔ ایک دوکان سے ایک ٹوپی خرید کر نکلی اتفاق سے راستہ میں اسے ایک فیشن کی ملکہ نظر آ گئی۔ یورپ کے ہر ملک میں چار پانچ ایسی عورتیں ہوتی ہیں۔ جو

فیشن کی ملکہ

کہلاتی ہیں۔ یعنی جو لباس وہ پہنیں وہی فیشن سمجھا جاتا ہے۔ ان کے لباس کے خلاف اگر کوئی عورت لباس پہنے تو اس کا لباس فیشن کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ جب اس نے اس فیشن کی ملکہ کو دیکھا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ اُس نے اور قسم کی ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے وہ نئی ٹوپی جو اس نے ابھی خریدی تھی سر سے اتار کر اپنی بغل کے نیچے دبا لی۔ تاکہ کوئی اس ٹوپی کے ساتھ دیکھ نہ لے یہ فیشن پرستی جنون بھی ہے۔ اور قومی اتحاد کو تباہ کرنے والی بھی۔

ہمارے ملک میں بھی جو

مغربی لباس پہننے والوں کی نقل

کرتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ آدمی ہیں بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مشینیں ہیں۔ جن پر کپڑے لپیٹے ہوئے ہیں۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے انہیں یہی خیال رہتا ہے۔ کہ کپڑے کو شکن نہ پڑ جائے۔ اس پر داغ نہ لگ جائے۔ اس میں سلوٹ نہ پڑ جائے۔ بھلا ایسے دماغ کو خدا کے ذکر کے لئے کہاں فرصت مل سکتی ہے دماغ نے تو آخر ایک ہی کام کرنا ہے جسے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یہی خیال رہتا ہو۔ کہ پتلون کو شکن نہ پڑ جائے۔ کوٹ میں کوئی سلوٹ نہ آ جائے اس نے بھلا اور کیا کام کرنا ہے۔ اس کے دماغ کا بہت سا وقت تو اپنے لباس کی درستی میں ہی لگ جاتا ہے درحقیقت اسلام یہ چاہتا ہے۔ کہ ہمارا دماغ اور تمام باتوں سے فارغ ہو۔ اور یا تو وہ خدا کی یاد میں مشغول ہو۔ یا بنی نوع انسان کی بہتری کی تدابیر سوچ رہا ہو۔ اور حق بات یہ ہے

کہ اگر کوئی شخص ان باتوں میں ہمہ تن مشغول ہو - تو اسے یہ موقعہ ہی نہیں ملتا - کہ وُہ

لباس کی درستی کی طرف توجّہ

کرے - مَیں نے دیکھا ہے - کام کی کثرت کی وجہ سے کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے - کہ ادھر مَیں کھانا کھا رہا ہوتا ہوں - اور اُدھر اخبار پڑھ رہا ہوتا ہوں - بیویاں کہتی بھی ہیں - کہ اس وقت اخبار نہ پڑھیں کھانا کھائیں - مگر میں کہتا ہُوں - میرے پاس اور کوئی وقت نہیں - پھر کئی دفعہ لوگ میرے پاس آتے ہیں - اور کہتے ہیں - آپ کے لباس میں یہ نقص ہے - وُہ نقص ہے - مگر میں کہتا ہُوں - کہ مجھے تو اس بات کا احساس بھی نہیں - آپ کو معلوم نہیں - کہ اس کا کیوں خیال ہے - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم نے دیکھا ہے - گو مخالف اس پر ہنسی اڑاتے - اور یہ کہتے ہیں - کہ آپ نعوذ باللہ پاگل تھے - مگر واقعہ یہ ہے - کہ آپ کئی دفعہ بُوٹ ٹیڑھا پہن لیتے - دایاں بُوٹ بائیں پاؤں میں - اور بایاں بوٹ دائیں پاؤں میں - وُہ نادان نہیں جانتے - کہ جس کا دماغ اور باتوں کی طرف شدّت سے لگا ہُوا ہو - اُسے ان معمولی باتوں کی طرف توجہ کی فرصت ہی کب مل سکتی ہے اسی طرح کئی دفعہ ایسا ہوتا - کہ آپ بٹن اُوپر نیچے لگا لیتے - یعنی اوپر کا بٹن نچلے بٹن کے کاج میں - اور نیچے کا بٹن اُوپر کے بٹن کے کاج میں لگا دیتے - میرا بھی یہی حال ہے - کہ دوسرے تیسرے دن بٹن اُوپر نیچے ہو جاتے ہیں - اور کوئی دُوسرا بتاتا ہے - تو درستی ہوتی ہے - گو

بُوٹ کے متعلق

اب تک میرے ساتھ ایسا کبھی واقعہ نہیں ہوا - کہ بایاں بوٹ میں نے دائیں پاؤں میں پہن لیا ہو - اور دایاں بوٹ بائیں پاؤں میں - اور اس کی وجہ شائد یہ ہے کہ میرے پاؤں پر پھنسوری ہے - اور ڈاکٹر نے مجھے بچپن سے ہی بُوٹ پہننے کی ہدایت کی ہُوئی ہے - اور چونکہ بچپن سے ہی مجھے بُوٹ پہننے کی عادت ہے - اس لئے ایسا کبھی اتفاق نہیں ہُوا - لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تو اکثر ایسا ہوا - کہ چلتے چلتے آپ کو ٹھوکر لگتی - اور کوئی دُوسرا دوست بتاتا - کہ حضور نے گرگابی الٹی پہنی ہُوئی ہے - اور آخر آپ نے انگریزی جوتی پہننی بالکل ترک کر دی تو انسانی دماغ جب ایک طرف سے فارغ ہو - تبھی دُوسرا کام کر سکتا ہے - اگر ہم اپنے دماغ کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف لگا دیں - تو اسلام کی ترقی کے کام ہم کب کر سکیں گے - یہی وجہ ہے - کہ اسلام نے کھانے اور لباس میں انسان کو سادگی کا حکم دیا - تاکہ وُہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھنے کی بجائے اہم امور کی طرف توجّہ کرے ::

پس لباس کے متعلق بھی میں سمجھتا ہُوں - کہ جو قیود میری طرف سے عائد کی گئی تھیں ان کا قائم رہنا ضروری ہے ::

فیتوں کے متعلق بھی بعض دوستوں نے دریافت کیا ہے - کہ آیا اس کے متعلق عورتوں پر جو پابندی عائد کی گئی تھی - اس کا وقت گزر گیا ہے - یا ابھی جاری ہے - سو اس کے متعلق میں یہ بتانا چاہتا ہوں - کہ یہ پابندی بہرحال قائم ہے - کیونکہ کپڑے خواہ کتنے گراں ہوں - ایک لمبے عرصہ تک کام دے سکتے ہیں - مگر فیتے چونکہ لباس پر صرف ٹانکے جاتے ہیں - اور ہر روز بدلے جا سکتے ہیں - اس لئے ہر نئے فیشن کو دیکھ کر عورتیں ریجھ جاتی ہیں - اور نیا فیتہ خرید کر پہلے فیتے کی جگہ لگا لیتی ہیں - اور میرا تجربہ ہے - کہ کپڑوں پر اتنی قیمت نہیں لگتی - جتنی کہ

ایک فیشن پرست عورت

کے فیتوں پر - کیونکہ فیتے بدلتے چلے جاتے ہیں ::

پس مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی - کہ میں اس میں تغیر کروں - بلکہ میں کہتا ہوں ہمیں آہستہ آہستہ ابھی بعض اور قیدیں اس بارہ میں بڑھانی پڑیں گی - لیکن چونکہ میں ابھی تک ان امُور کے متعلق غور کر رہا ہوں - اس لئے ابھی ان کا ذکر نہیں کرتا ::

زیورات کے متعلق

میں یہ اجازت دے چکا ہُوں - کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر نیا زیور بنوانا جائز ہے اس کے علاوہ کسی موقعہ پر نہیں - اور درحقیقت زیور اپنی ذات میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں - کہ شادی کے بعد خاص طور پر بنوایا جائے - رسولِ کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں خاص طور پر زیور بنوانے کا کوئی رواج نہیں تھا - ہاں

ٹوٹے پھوٹے زیور کی مرمّت کی اجازت

میں پہلے بھی دے چکا ہُوں - اور اب بھی وُہ اجازت قائم ہے - لیکن ٹوٹے پھوٹے زیور کے بنوانے کے یہ معنے نہیں - کہ ایک زیور تڑوا کر دُوسرا زیور بنوا لیا جائے - بلکہ یہ مطلب ہے - کہ ٹوٹے ہُوئے زیور کی محض مرمّت کرائی جائے - مجھے معلُوم ہے - کہ عورتیں زیورات کو توڑ پھوڑ کر بعض دفعہ زیور کی قیمت سے بھی زیادہ اس پر خرچ کر دیتی ہیں - پس توڑنے پھوڑنے کی مرمت سے یہ ہرگز مُراد نہیں - کہ گلے کا زیور ہاتھ کا بنا لیا جائے - اور ہاتھ کا زیور گلے کا - بلکہ اس سے مراد صرف ٹوٹے ہُوئے زیور کی معمولی مرمّت ہے - تاکہ وُہ کام دے سکے ::

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گو زیور کے لئے سونا بھی کم ہوتا تھا - مگر اس فرق کو مدنظر رکھتے ہُوئے بھی زیور کا جس قدر رواج تھا - کہا جا سکتا تھا - کہ سونے کی نسبت سے بھی کم تھا - اس وقت زیورات کی اتنی کمی تھی - کہ

176

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی

کے متعلق آتا ہے - کہ اُن کا زیور محض یہ تھا - کہ اُن کے پاس ایک ہار تھا - جو لونگوں اور بعض دُوسرے خوشبودار بیجوں سے بنا ہُوا تھا - اور وُہ بھی کسی سے عاریتاً لیا ہُوا تھا - ہمارے مُلک میں بھی زمیندار عورتیں

کھوپرے کے ٹکڑوں اور خربُوزوں کے بیجوں کے ہار

بنا لیتی ہیں - اسی طرح انہوں نے بھی خوشبو کے لئے مختلف قسم کے بیجوں اور لونگوں کو اکٹھا کر کے ایک ہار بنایا ہُوا تھا ::

درحقیقت زیور اقتصادی لحاظ سے ایک نہایت ہی مضر چیز ہے - کیونکہ اس میں قوم کا روپیہ بغیر کسی فائدہ کے پھنس جاتا ہے - اور دراصل یہی وُہ سونا چاندی اکٹھا کرنا ہے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جو لوگ سونا چاندی اکٹھا کرتے ہیں - قیامت کے دن اُس سونا چاندی کو گرم کر کے اُن کے

جسم پر داغ

لگایا جائے گا - یوں قرآنِ مجید روپیہ رکھنے کی ممانعت نہیں کرتا - اگر روپیہ جمع کرنا منع ہوتا - تو اسلام میں زکوٰۃ کا مسئلہ بھی نہ ہوتا - پس روپیہ جمع کرنا منع نہیں - بلکہ ایسا روپیہ جمع کرنا منع ہے جو دُنیا کو کوئی فائدہ نہ پہونچا سکے - ایک شخص کے پاس اگر دس لاکھ روپیہ ہو اور وُہ تجارت پر لگا ہُوا ہو - تو پانچ دس سو لوگ ایسے ہونگے - جو اس کے روپے سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے - پس بڑے تاجر کا روپیہ یا بڑے زمیندار کا روپیہ بند نہیں کہلا سکتا - مثلاً ایک زمیندار کے پاس اگر

دو چار سو ایکڑ زمین

ہے۔ تو چونکہ وہ اکیلا اس زمین میں ہل نہیں چلا سکیگا۔ اس لئے لازماً وہ اور لوگوں کو نوکر رکھیگا اور اس طرح بارہ تیرہ آدمی بلکہ بشمولیت بیوی بچوں کے ساٹھ ستر آدمی کا اس کی زمین سے گزارہ چلے گا۔ اور تمام قوم کو فائدہ پہنچے گا۔ لیکن اگر وہ سو دو سو ایکڑ زمین کی بجائے اسنے روپیہ کا سونا خرید کر گھر میں رکھ لیتا ہے۔ تو کسی ایک شخص کو بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ تو اپنے روپیہ کو ایسے استعمال میں نہ لانا جس کا دنیا کو فائدہ پہنچے اسلام سخت ناپسند کرتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو ہی

قیامت کے دن سزا

دینے کا خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ چونکہ زیورات کے ذریعہ بھی روپیہ بند ہو جاتا ہے۔ اور قوم کے کام نہیں آتا۔ اس لئے زیورات کی کثرت بھی ناپسندیدہ امر ہے۔ ہاں عورت کی اس کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وہ زیور پسند کرتی ہے اور جس کا قرآن کریم نے بھی یُنَشَّؤُ فِی الْحِلْیَۃِ میں ذکر فرمایا ہے۔ اسے تھوڑا سا زیور پہننے کی اجازت ہے اسی طرح ریشم اللہ تعالےٰ نے مردوں کے لئے منع کیا ہے۔ مگر عورتوں کے لئے اس کا پہننا جائز رکھا ہے۔ اس طرح اسلام نے عورت کا یہ حق تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ کچھ زیور پہن کر اور کچھ ریشمی لباس میں ملبوس ہو کر زیب و زینت کر سکتی ہے۔ اس لئے میں نے یہ اجازت دی ہے۔ کہ شادی بیاہ کے موقع پر کچھ زیور بنوا لیا جائے لیکن اس کے بعد کسی نئے زیور کے بنوانے کی اجازت نہیں دیجا سکتی سوائے خاص حالات اور اجازت کے ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ٹوٹے پھوٹے زیور کی مرمت کرا لی جائے۔ کیونکہ زیورات ملک کی تجارت اور زراعت اور صنعت و حرفت کی

ترقی میں سخت روک

ہیں۔ اور اس طرح ملک کا کروڑوں روپیہ بغیر کسی فائدہ کے بند پڑا رہتا ہے۔ اور کسی قومی یا ملکی فائدہ کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔ ایک عورت اگر اپنے پاس دس ہزار روپیہ کا زیور بھی رکھ لیتی ہے تو کسی کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن اگر وہ دس ہزار روپیہ تجارت میں لگا دیتی ہے۔ اور پندرہ بیس آدمی پرورش پا جاتے ہیں۔ تو اس سے ملک اور قوم کو بہت بڑا فائدہ پہنچیگا اور گو اس صورت میں اسکو بھی نفع ملے گا۔ لیکن یہ نفع دوسروں کو نفع میں شامل کر کے ملے گا۔ اس لئے شریعت اس کی اجازت دے گی۔

تو اسلام روپیہ کے استعمال کی وہ صورت پسند کرتا ہے جسے لوگ استعمال کریں وہ صورت پسند نہیں کرتا جس میں آنکھیں اسے دیکھ دیکھ کر لذت حاصل کریں۔ مگر لوگ اس کے فائدہ سے محروم رہیں۔ پس زیورات کے بنوانے میں جسقدر احتیاط کی جا سکے وہ نہ صرف امارت و غربت کا امتیاز دور کرنے کے لئے۔ نہ صرف مذہبی احکام کی تعمیل کرنے کے لئے بلکہ اپنے ملک کو ترقی دینے کے لئے بھی نہایت ضروری ہے۔

پس یہ احکام ایسے نہیں جنہیں بدلنے کی ضرورت ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی وقت ان میں زیادہ سختی کی ضرورت پیش آجائے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر حکومت مسلمان ہو۔ یا

اسلامی احکام کے نفاذ کی اجازت

اس کی طرف سے ہو۔ تو ایسی کئی قیود لگانی پڑیں گی۔ جن کے ماتحت افراد کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ سکے کیونکہ اسلام کا منشاء یہ ہے۔ کہ دنیا کے ہر انسان کو کھانا ضرور مہیا ہو۔ پانی ضرور مہیا ہو۔ لباس ضرور مہیا ہو۔ اور مکان ضرور مہیا ہو۔ اور جب بھی اسلام کا یہ مقصد پورا ہوگا۔ لازماً امیروں کے ہاتھ

سے دولت چھننے گی۔ کیونکہ اگر دولت بعض لوگوں کے ہاتھ میں بے اندازہ طور پر چلی جائے۔ تو حکومت سب کے لئے کھانا پینا لباس اور مکان کس طرح مہیا کر سکتی ہے۔ پس جب بھی اسلامی حکومت قائم ہوئی اسے ضرور ایسے تغیرات کرنے پڑیں گے۔ جن کے ماتحت ہر شخص کے لئے کھانا پینا کپڑا اور مکان مہیا ہو سکے گا۔ بلکہ اس زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے ایک اور چیز بھی اس میں شامل کرنی پڑے گی۔ اور وہ علاج ہے اس زمانہ میں بیماریوں کا علاج اتنا مہنگا ہو گیا ہے۔ کہ میرے نزدیک

علاج بھی حکومت کے ذمہ ہونا چاہیئے

اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ بتایا ہے کہ

تعلیم بھی اسی میں شامل ہے

چنانچہ بدر کے موقع پر جب کفار کے بہت سے قیدی آئے تو ان میں سے بعض پڑھے لکھے تھے۔ انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے بچوں کو پڑھا دو۔ تو تمہاری طرف سے یہی فدیہ سمجھا جائیگا۔ اور تمہیں اس کے بدلہ میں رہا کر دیا جائیگا تو تعلیم علاج کھانا پینا کپڑا اور مکان یہ دنیا کے تمام لوگوں کو میسر آنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ملک ایسا ہے جس میں ایک شخص تو اپنا علاج کرا سکتا ہے۔ مگر دوسرا بیماری سے ہر وقت کراہتا رہتا ہے۔ ایک شخص تو اپنے لئے کپڑے مہیا کر سکتا ہے۔ مگر دوسرا سردیوں اور گرمیوں میں ننگے بدن پھرتا ہے۔ ایک شخص تو مکان میں رہتا ہے۔ مگر دوسرے کو اپنا سر چھپانے کے لئے ایک جھونپڑی بھی میسر نہیں تو وہ ملک کبھی جنت نہیں کہلا سکتا بلکہ وہ دوزخ ہے۔ ہزاروں آدمی ہمارے ملک میں ایسے ہیں۔ جو بڈھے ہو جاتے ہیں۔ ان کی بیوی پہلے فوت ہو چکی ہوتی ہے۔ اور ان کا کوئی بچہ نہیں ہوتا۔ جو ان کی خبر گیری

کرے۔ وہ اکیلے اپنی کوٹھڑی میں دن رات پڑے رہتے ہیں۔ نہ انہیں روٹی دینے والا کوئی ہوتا ہے نہ انہیں پانی دینے والا کوئی ہوتا ہے۔ نہ ان کی بلغم اٹھانے والا کوئی ہوتا ہے نہ ان کا علاج کرنے والا کوئی ہوتا ہے یہ کتنے غضب اور کتنی

لعنت کی بات

ہے۔ اس قوم کے لئے۔ جس قوم میں ایسے افراد موجود ہوں۔ مگر یہ تمام باتیں اسلامی طریق عمل اختیار کرنے سے ہی دور ہو سکتی ہیں۔ اس کے بغیر نہیں۔ اور اس وقت لازمی طور پر ان ٹیکسوں پر حکومت کا گذارہ نہیں ہو سکے گا۔ جو ٹیکس حکومت کی طرف سے اب وصول کئے جاتے ہیں۔ پس اُس وقت

اسلامی حکومت کو بعض نئے ٹیکس لگانے پڑیں گے

اور اُمراء سے زیادہ روپیہ وصول کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ اسلامی اصول اس بارے میں موجود ہیں۔ اور پھر اس روپیہ سے غرباء کی خبر گیری کرنی پڑے گی لیکن جب تک اسلامی حکومتیں قائم نہیں ہوتیں ہمیں اس مقصد کے لئے تیاری تو کرنی چاہیئے ہمیں کیا پتہ کہ کب خدا تعالےٰ حاکموں کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے اور وہ دوڑتے ہوئے اسلامی احکام کو دنیا میں قائم کرنے لگ جائیں۔ فرض کرو ایک دن ایسا آتا ہے۔ جب ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہ بھی اور وزراء بھی اور امراء بھی اور بڑے بڑے جرنیل بھی سب اسلام قبول کرنے کیلئے تیار ہیں تو بتاؤ کیا ہم اس وقت تیاری کرینگے یا ہمیں آج سے ہی تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ پس ہمیں اس عظیم الشان مقصد کیلئے جسکو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قائم کیا ہے۔ تیار رہنا چاہیئے اور تجربہ سے ان احکام کی باریکیوں کو پہلے سے دریافت کر چھوڑنا چاہیئے۔ اور اپنی قربانیوں سے

اسلام کے احکام کو عملی رنگ دیتے چلے جانا چاہیئے

یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ بادشاہوں اور حاکموں کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے۔ اور پھر وہ اسلامی احکام کے اس حصہ کی تکمیل شروع کر دی۔ جس کی تکمیل کرنی اس وقت ہمارے لئے ناممکن ہے۔

چندوں کی وصولی کا جو طریق موجودہ حالت میں ہم جماعتی طور پر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً ایسا نہیں۔ کہ اس سے وہ تمام ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ جن ضرورتوں کو پورا کرنا **اسلامی حکومت کا فرض** ہے۔ دوسرے موجودہ حالت میں ہمارا بہت سا روپیہ تبلیغ پر خرچ ہو رہا ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔

پس ان وجوہ سے ہم قادیان جیسی چھوٹی بستی میں بھی جہاں صرف چند ہزار نفوس ہیں۔ اس اسلامی طریق کو کہ ہر شخص کو کھانا مکان اور لباس وغیرہ بہرحال میسر ہو جاری نہیں کر سکتے بلکہ ابھی تو ہماری یہ حالت ہے۔ کہ ہم کوئی کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو جھٹ ایک منافق شور مچانے لگ جاتا ہے۔ اور ہمارا کچھ روپیہ اس منافق کی آواز کو دبانے اور اس کے فتنے کو دور کرنے میں خرچ ہونے لگتا ہے۔

پس تحریک جدید کے یہ مطالبات ایسے نہیں۔ جنہیں اب منسوخ کر دیا جائے یا ایک عرصہ کے بعد منسوخ کر دیا جائے ہاں ان مطالبات میں تغیر ہو سکتا ہے کیونکہ تفصیلات کے متعلق اسلام نے **ہر زمانہ کے اہل الرائے پر معاملہ** کو چھوڑا ہے۔ اور اجتہاد کی اجازت دی ہے۔ پس اجتہاد بدل بھی سکتا ہے۔ لیکن اصول بہرحال یہی رہیگا۔ جو تحریک جدید کے مطالبات میں ہے۔ کہ سادہ زندگی اختیار کرو۔ سادہ کھانا کھاؤ۔ سادہ لباس پہنو۔ اور آرائش و زیبائش کے سامانوں سے الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے۔ کہ ہمارا روپیہ زیورات وغیرہ کی صورت میں بند نہ ہو۔ بلکہ قوم کے فائدہ کے کاموں پر لگا ہوا ہو۔ اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے۔ کہ **امیر اور غریب میں کوئی فرق نہ رہے**

اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے۔ کہ ہم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔ اسلام کا تقاضا ہم سے یہ ہے کہ ہماری ایک دوسرے سے ایسی محبت و الفت ہو۔ کہ ہم ایک دوسرے سے پرے پرے نہ رہیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہم کچھ اور چیز ہیں۔ اور وہ کچھ اور چیز ہے۔

میں ایک دفعہ **گورداسپور کا فارم** دیکھنے گیا۔ اُس فارم کا جو افسر ہوتا ہے۔ اس کا عہدہ ڈپٹی کلکٹر کے برابر ہوتا ہے اس افسر نے مجھے تمام فارم دکھایا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ سڑک پر چلتے چلتے جب زمیندار سامنے آجاتے تو وہ اسے فرشی سلام کر کے کود کر ایک طرف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے انہیں ہنس کر کہا۔ کہ آپ کے صیغے کا کوئی فائدہ نہیں کہنے لگے کیوں۔ میں نے کہا جن زمینداروں کے فائدہ کے لئے آپ یہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی حالت تو یہ ہے۔ کہ وہ آپ کو دور سے دیکھتے ہی کود کر الگ ہو جاتے ہیں۔ بھلا ایسے لوگ آپ سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور آپ ان کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے **سر ایڈورڈ میکلیگن** کو جو اس وقت گورنری پنجاب تھے چٹھی لکھی۔ کہ میں نے آپ کے ایک محکمہ کا اتفاقاً ملاحظہ کیا ہے۔ جس کے ماتحت مجھ پر یہ اثر ہے۔ کہ اس محکمہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر آپ زمینداروں کو فائدہ پہنچانے کی حقیقی خواہش رکھتے ہیں تو اس کا طریق صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہوں والے افسر مقرر کریں۔ جو گاؤں میں جائیں۔ اور زمینداروں سے مل جل کر کام کریں انہیں ہل چلا کر بتائیں۔ اور **نئے طریق زراعت** کی طرف ان کی طبائع کو مائل کریں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کہ ایک بڑی تنخواہ والا افسر آپ نے مقرر کر دیا ہے۔ جس کی شکل دیکھتے ہی زمیندار کود کر پرے ہو جاتے ہیں چنانچہ انہوں نے میری اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور لکھا کہ میں اس پر غور کروں گا۔ چنانچہ اب چھوٹے چھوٹے افسر مقرر ہیں۔ جو کھیت میں ہل چلا کر اور بیج بو کر زمینداروں کو دکھا دیتے ہیں۔ گو اب بھی اس سے پورا فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ مگر بہرحال اب چھوٹے افسر بھی مقرر ہو گئے ہیں۔ اور زمیندار آسانی سے ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر اس وقت صرف ڈپٹی ہی ڈپٹی ہوتا تھا۔ کوئی چھوٹا افسر نہیں ہوتا تھا۔

غرض اسلام یہ چاہتا ہے کہ بنی نوع انسان میں امتیاز کم ہو۔ اور محبت اور میل جول زیادہ ہو۔ ایک دفعہ ایک نہایت ہی غریب شخص نے میری دعوت کی۔ میں گیا۔ اُس بے چارہ کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ اس نے ایک چارپائی بچھا دی۔ اور اس پر مجھے بٹھا کر شوربا روٹی جو اسے میسر تھا۔ اس نے میرے سامنے رکھ دیا۔ اتفاق سے ایک باہر کے دوست بھی اس وقت میرے ساتھ چل پڑے۔ جب میں کھانا کھا کر باہر نکلا تو وہ مجھے کہنے لگے کہ کیا آپ ایسے غریب کی دعوت بھی قبول کر لیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا اگر میں اس غریب شخص کی دعوت کو قبول نہ کرتا اور انکار کر دیتا۔ تو آپ ہی یہ اعتراض کرنے والے ہوتے کہ یہ امیروں کی دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ غریبوں کی دعوت قبول نہیں کرتے۔ مگر اب جبکہ میں نے دعوت قبول کر لی ہے۔ تو آپ کے خیال نے یہ صورت اختیار کر لی ہے۔ کہ ایسے غریب کے ہاں کھانا کھانا تو ظلم ہے۔ میں نے کہا اس کے ہاں کھانا کھانا ظلم نہیں تھا۔ بلکہ **انکار کرنا ظلم تھا** کیونکہ میرے انکار پر یہ ضرور محسوس کرتا۔ کہ میں چونکہ غریب ہوں اس لئے انکار کیا گیا ہے۔

پس جو اعتراض اس دوست نے کیا اس کے بالکل الٹ اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ کوئی ایسی امارت نہ ہو جو غربت کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھے۔ اور کوئی ایسی غربت نہ ہو۔ جو غریب کیلئے وبال جان بن جائے۔ یہ خیال بہت دُور کا ہے۔ ایسا ہی دور جیسے دنیا میں جنت کا خیال۔ مگر ایک دفعہ اسلام اس مقصد کو پورا کر چکا ہے۔ اور اب **دوسری دفعہ اس مقصد کو پورا ہونا ناممکن نہیں**

پس ضرورت ہے کہ ہم اس عظیم الشان مقصد کیلئے داغ بیل ڈالیں۔ اور اس عظیم الشان محل کی بنیادیں رکھ دیں جس کی تعمیر اسلام کا منشاء ہے۔ بیشک ہمارے لئے بہت بڑی دقتیں ہیں۔ ہم دوسروں کے محکوم ہیں۔ اور ہمارے لئے ان کے **قواعد کی پابندی** لازمی ہے۔ اور بعض دفعہ ہماری ایک نیک خواہش کا بھی وہ یہ مفہوم لے لیتے ہیں کہ گویا ہم بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہم بادشاہ نہیں۔ بلکہ خادم بننا چاہتے ہیں لیکن بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے بھی لازمی ہے۔ کہ کوئی قانون جاری کیا جائے۔ اس قانون کا نام بادشاہت کی خواہش رکھ لینا انتہائی نادانی اور ناواقفیت ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے۔ کہ ایسے اصول دنیا میں جاری کر دیں جن کے ماتحت امارت و غربت کا امتیاز جاتا رہے۔ اور بنی نوع انسان کو نہایت آرام سے خدا تعالےٰ کے ذکر اور اپنی ترقی کے لئے جد وجہد کرنے کا موقع مل جائے کئی چیزیں ایسی ہیں۔ جن کے متعلق میری خواہش ہے۔ کہ انہیں اس وقت دور کر دینا چاہیئے۔ مگر وہ چونکہ حکومت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اِس لئے انہیں دُور نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو میں کہتا کہ ان باتوں کو ابھی دور کر دو۔ مگر چونکہ حکومت غیر ہے۔ اس لئے محبت پیار اور آہستگی کے ساتھ قدم آگے بڑھانا ضروری ہے۔ اور اس دن کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جب اللہ تعالےٰ ہمارے حاکموں کے دلوں کو کھولدے ورنہ ان احکام کی ضرورت آج بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے قائم تھی۔

سادہ زندگی کے متعلق آج کل ہمیں

ایک اور نقطہ نگاہ

سے بھی غور کرنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ یہ ایام سلسلہ کے لئے سخت نازک ہیں اور جماعت نے کئی قسم کے چندوں کے وعدے کئے ہیں۔ جن کا اثر ایک دو سال تک رہے گا۔ پس اس لحاظ سے بھی یہ نہایت ہی ضروری امر ہے کہ سادہ زندگی اختیار کی جائے۔ اگر ایک باپ کا اپنے بچوں کے اخراجات پر یا خاوند کا اپنی بیوی کے زیورات پر اسی طرح روپیہ خرچ ہو رہا ہو جس طرح پہلے خرچ ہوا کرتا تھا تو اسے

دین کی خدمت کا موقع

کس طرح مل سکتا ہے۔ اگر وہ زیورات پر روپیہ خرچ کرے گا تو دین کی خدمت سے محروم رہے گا۔ اور اگر دین کے لئے روپیہ دیگا تو لازماً اسے سادہ زندگی اختیار کرنی پڑیگی۔ اور بعض قیود اپنے اوپر عاید کرنی ہونگی۔ پس اس زمانہ میں ان مطالبات پر عمل کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہے میں جہاں تک سمجھتا ہوں جماعت کا ایک بڑا حصہ دیانت داری سے ان احکام پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے امراء میں سے بھی اور غرباء میں سے بھی اور بعض سست بھی ہیں۔ مجھے بعض امراء ایسے معلوم ہیں جنہوں نے سختی سے ان مطالبات پر عمل کیا ہے اور

سادہ زندگی کے متعلق اپنے اوپر قیود

عائد کی ہیں۔ اور مجھے بعض غرباء ایسے معلوم ہیں۔ جنہوں نے کہا ہے کہ ایک کھانا کھانا یہ کونسی شریعت کا حکم ہے۔ حالانکہ یہ محض ان کے فائدہ کی بات تھی اور پھر وہ تو پہلے ہی ایک کھانا کھایا کرتے تھے۔ انہیں تو چاہیئے تھا۔ اس مطالبہ کی تائید کرتے نہ کہ نکتہ چینی کرتے۔ مگر انہوں نے مخالفت کی اور اس پر عمل نہ کیا۔ گویا ان لوگوں کی مثال جنہوں نے غرباء میں سے اس مطالبہ پر عمل نہ کیا ویسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کے دوست کی کتیا نے بچے دیئے اسے معلوم ہوا تو وہ اس کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ میں نے سنا ہے آپ کی کتیا نے بچے دیئے ہیں اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو ایک کتیا کا بچہ مجھے دے دیں۔ کیونکہ مجھے

مکان کی نگرانی

کے لئے اس کی ضرورت ہے وہ کہنے لگا بھئی بچے تو مر گئے ہیں لیکن اگر زندہ بھی ہوتے تو میں تمہیں نہ دیتا۔ وہ کہنے لگا۔ اب تو خدا نے بچے مار دیئے تھے۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ اگر زندہ ہوتے تب بھی نہ دیتا۔ اسی طرح وہ غرباء تو پہلے ہی ایک کھانا کھاتے ہیں۔ وہ اگر

ایک کھانا کھانے کی ہدایت پر اعتراض

کریں۔ تو ان کا اعتراض محض بیوقوفی ہے انہیں تو چاہیئے تھا کہ وہ امراء کے خلاف شور مچاتے اور کہتے کہ فلاں فلاں امیر اس پر عمل نہیں کرتا اور وہ ایک سے زائد کھانے کھاتا ہے نہ یہ کہ وہ اس بات پر اعتراض کرتے جس میں خود انہی کا فائدہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں میں ایسے امراء کو بھی جانتا ہوں۔ جنہوں نے بعض ہدایات پر عمل نہیں کیا اور ایسے غرباء کو بھی جانتا ہوں جنہوں نے خاص قربانی کر کے بعض ہدایات پر عمل کیا ہے۔ اور جنہیں مہینوں ایک کھانا کھانے کے بعد جب کسی وقت اتفاقی طور پر دو کھانے ملے۔ تو انہوں نے ایک کھانا ہی کھایا اور دوسرا کھانا چھوڑ دیا۔ ان کی قربانی یقیناً اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت

شاندار قربانی

ہے۔ اور وہ اس کے اجر سے محروم نہیں رہیں گے۔ یاد رکھو۔ اس وقت ہمارے ارد گرد ابتلاؤں کے سامان ہیں کہ

ہمیں سپاہیانہ طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے

اور اپنی تمام زندگی کو مختلف قسم کی قیود کے ماتحت لانا چاہیئے۔ دنیا چاہتی ہے کہ احمدیت کو مٹا دے۔ لیکن خدا یہ چاہتا ہے کہ احمدیت کو قائم کرے اور یقیناً ویسا ہی ہوگا جیسا کہ خدا کا منشاء ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ تم سچے مسلمان بن کر اپنے اندر ایسی سادگی پیدا کرو جو تمہارے اندر مساوات پیدا کر دے جو تمہارے اندر اخلاقی فاصلہ پیدا کر دے۔ جو تمہارے اندر الفت و محبت پیدا کر دے اور جو تمہارے اندر برادرانہ اخوت و تعلق پیدا کرنے کا موجب ہو جائے۔ تا اس کے بعد ایک طرف سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہو تو دوسری طرف سے خود تمہارے اندر ایسی طاقت اور قوت پیدا ہو جائے کہ جو بھی تمہارے سامنے آئے اسے اپنے آگے سے بھگا دو۔ دیکھو پہلوان جب اپنے شاگردوں کو

کشتی لڑنا

سکھاتے ہیں تو گو ان کے شاگرد دس دس بیس بیس ہوتے ہیں مگر وہ اکیلے سب کو گرا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم بھی مجاہدات کرو گے تو تمہارے اندر ایسی طاقتیں پیدا ہو جائینگی کہ تم دس دس بیس بیس دشمنوں کا مقابلہ کر سکو گے۔ جس طرح

دنیوی ریاضات

کے نتیجہ میں ایک ایک جسم دس دس جسموں کو گرا لیتا ہے۔ اسی طرح جب روحانی ریاضات کی جاتی ہیں تو اپنی اپنی ریاضت اور اپنے اپنے مجاہدہ کے مطابق کوئی روح دس روحوں کو گرا لیتی ہے کوئی بیس کو گرا لیتی ہے کوئی پچاس کو گرا لیتی ہے کوئی سو کو گرا لیتی ہے کوئی ہزار کو گرا لیتی ہے۔ اور جب کسی قوم میں زبردست روحانی طاقت و قوت پیدا ہو جاتی ہے اس وقت تعداد کا سوال بالکل اہمیت کھو بیٹھتا ہے اس وقت یہ نہیں پوچھا جاتا کہ دشمن ایک کے مقابل پر دس ہیں یا بیس۔ بلکہ ایسی روحانی طاقت حاصل کرنے والی قوم کے تھوڑے سے آدمی ساری دنیا پر غالب آجاتے ہیں مثل مشہور ہے کہ ایک دفعہ چوہوں نے مشورہ کیا کہ بلی کو پکڑ کر قید کر دیا جائے۔ دس بیس نے کہا کہ ہم اس کا کان پکڑ لیں گے۔ دس بیس نے کہا کہ ہم اس کی دم پکڑ لیں گے دس بیس نے کہا ہم اس کی ٹانگوں سے چمٹ جائیں گے اس طرح سینکڑوں چوہے تیار ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ آج بلی آئی تو ہم اسے جانے نہیں دیں گے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک بڈھے چوہے نے کہا تم سب کچھ پکڑ لوگے۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اس کی میاؤں کو کون پکڑے گا۔ اتفاقاً اسی وقت ایک کونے میں سے ایک بلی کی آواز آئی جو وہاں چھپی بیٹھی تھی۔ اس نے میاؤں جو کی تو تمام چوہے بھاگ کر اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے۔

غرض انسان کے اندر جب غیر معمولی یقین پیدا ہو جائے تو دنیا اس سے ڈرنے لگتی ہے۔ اور یہ ایک

صوفیانہ نکتہ

ہے جو تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کے اندر ایک "میں" ہوتی ہے جب وہ "میں" پاک ہو جائے تو باقی تمام دنیا کی "میں" اس کے آگے دب جاتی ہے اس وقت جسموں اور تعداد کا کوئی سوال نہیں رہتا۔ بلکہ جس طرح ایک شیر کے مقابلہ میں ہزاروں خرگوش کوئی حقیقت نہیں رکھتے اسی طرح ایسی روحانی طاقت رکھنے والے انسان کے سامنے ہزاروں کیا لاکھوں نفوس بھی محض بے حقیقت ہوتے ہیں کیونکہ وہ روحانیت سے خالی ہوتے ہیں اور انہی لوگوں کو پیدا کرنا ہمارا مقصود ہے ہماری اصل غرض نہ ایک کھانا کھانا ہے نہ سادہ کپڑا پہننا۔ نہ یہ ہے نہ وہ۔ بلکہ

ہمارا مقصد

یہ ہے کہ ہمارے اندر ایسی روحانی طاقت پیدا ہو جائے جس کے نتیجہ میں ہم میں اخوت اسلامی پیدا ہو جائے۔ ہم میں جرأت اسلامی پیدا ہو جائے اور جب وہ پیدا ہو گئی تو ایک طرف ہمارے اندر کوئی فتنہ پیدا نہیں ہو سکیگا اور دوسری طرف دشمن ہمیں دبا نہیں سکیگا۔ کیونکہ ہمارے اندر

قوت روحانی کا ایک چشمہ

پھوٹ رہا ہوگا۔ اور چشمہ کبھی خشک نہیں ہو سکتا جس طرح ایک چشمہ سے تم جس قدر پانی نکالو وہ خشک نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکے نیچے سے اور پانی نکل آتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ روحانی اور اخلاقی ورزشوں سے اپنے اندر قوت پیدا کر لیتے ہیں وہ روحانیات کا چشمہ بن جاتے ہیں جب دشمن اس میں سے کچھ پانی چرا کر لے جاتا اور سمجھتا ہے کہ اب پانی ختم ہو گیا اس چشمہ کے نیچے سے اور پانی نکل آتا ہے اور وہ ہمیشہ ہی بھرا رہتا ہے پس دوستوں کو چاہیئے کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ سادہ زندگی کی طرف متوجہ ہوں اور بجائے اسکے کہ وہ ان قیود کو کم کرنے کی کوشش کریں انہیں چاہیئے کہ وہ زیادہ تعہد کے ساتھ ان مطالبات پر عمل کریں بلکہ جن لوگوں نے گذشتہ سالوں میں ان مطالبات پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی کی ہے انہیں بھی اس طرف

178

درخواست ہائے دعا

۱۔ مکرم جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد سے بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں۔ کہ ان کے داماد محمود حسن صاحب آئی۔ سی۔ ایس سب کلکٹر نندیال سخت بیمار ہیں۔ ان کی شادی ہوئے ابھی چار ماہ ہی ہوئے ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ ۲۔ ملک شیر محمد صاحب نوشہرہ کی لڑکی اور دو لڑکے نمونیہ سے بیمار ہیں۔ ۳۔ بابو فیض الحق خان صاحب ارسٹی فیروزپور کا اکلوتا لڑکا کئی روز سے بیمار ہے۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ شائد ٹائیفائڈ ہو۔ ۴۔ بابو ضیاء الحق خانصاحب کی بیوی سخت بیمار ہے۔ احباب سب کے لئے دعائے صحت کریں۔

دہلی میں نمازِ عید

مضافات کے احباب کی اطلاع کیلئے جو کہ عید کی نماز ادا کرنے کیلئے دہلی تشریف لایا کرتے ہیں اعلان کیا جاتا ہے کہ عید کی نماز حسبِ سابق روشن آرا باغ میں جمعہ کے دن ۱۰ بجے ہوگی۔

عبدالحمید سیکرٹری انجمن احمدیہ نئی دہلی

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب چوہدری اعظم علی صاحب سب جج درجہ سوم زیرہ

گھیسو رام پسر بھولا رام ذات سالر ساکن نصیر پور جاتاں تحصیل زیرہ

بنام

ہنگا ولد پیر بخش ذات ارائیں ساکن کوٹ عیسیٰ خاں حال ملازم چوکیدار منڈی رحمت والی ریلوے سٹیشن ججہان ریاست بہاولپور۔

بنام خان محمد ولد نوری ذات ارائیں ساکن نصیر پور جاتاں تحصیل زیرہ

دعوے ۶۲/۰/۰ روپے

مقدمہ صدر میں رپورٹ ہائے سمنات سے پایا جاتا ہے کہ ہنگا مدعا علیہ تعمیل سے گریز کرتا ہے۔ اس لئے معمولی طریقہ سے اسپر تعمیل سمن ہونی مشکل ہے۔ ہذا اس کے برخلاف اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۹ر فروری ۱۹۳۶ء کو بوقت ۱۰ بجے دن کے حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی نکریگا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائیگی آج بتاریخ ۴ر فروری ۱۹۳۶ء بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم

ممبران دارالشکر کمیٹی کو اطلاع

جنرل اجلاس منعقدہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۵ء کے فیصلہ کے مطابق ایک مجلس منتظمہ کے غیر معمولی اجلاس میں دارالشکر کے قواعد و ضوابط پر نظر ثانی کی گئی ہے۔ اور ترمیم شدہ قواعد طبع ہو چکے ہیں۔ ہر ممبر کو وہ ارسال کئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کے جس ممبر کو ۱۷ر فروری تک وصول نہ ہوں وہ کارڈ کے ذریعہ طلب فرمائیں۔ کیونکہ اس کے معنے یہ ہونگے کہ ان کے نام کا لفافہ ڈاکخانہ سے ضائع ہو گیا ہے۔

صدر دارالشکر کمیٹی۔ قادیان

استاد کی ضرورت

مجھ کو اپنی دو لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ایک استاد کی ضرورت ہے جو عربی اردو پڑھا لکھا سکے۔ کم سے کم پرائمری تک تعلیم دے سکے۔ اگر پرائمری تک انگریزی بھی پڑھا سکے تو بہت اچھا ہو گا۔ لڑکیوں کی عمر سات سال آٹھ سال ہے مبلغ آٹھ روپے تنخواہ اور کھانا دیا جائے گا۔ امید ہے۔ بعض اور لڑکیاں بھی پڑھیں گی۔ اس صورت میں فی لڑکی بہر ماہوار فیس بھی مل سکے گی۔ اور اس طرح ان کو بعد میں دس بارہ روپیہ ماہوار پڑ جاوے گا۔ یہاں آنے پر کرایہ بھی میں ادا کر دوں گا۔ سال میں ایک دفعہ گھر کو جانے آنے کا کرایہ بھی دونگا۔

خاکسار:۔ میجر ملک محمد حسین خان آنریری مجسٹریٹ چک ۱۳۲/۶۰R ڈاکخانہ فقیر والی ضلع بہاولنگر ریاست بہاولپور

جلدی طلب کریں صرف سات نسخے باقی ہیں

قرآن کریم مترجم کلاں جو دلاً حضرت علامہ حافظ روشن علی مرحوم مغفور کی زیر نگرانی مرتب ہوا۔ بعدہٗ مکرمی و معظمی مولوی محمد اسمٰعیل اور مولوی ارجمند صاحبان فاضلان پنجاب یونیورسٹی و مبلغان سلسلہ احمدیہ کی ہدایات و ارشادات اور تصحیح سے اس کو مستند بنایا جا چکا ہے۔ جس کی طرز کتابت یسرنا القرآن کی طرز پہ ہے۔ اور ترجمہ تحت اللفظ (لفظی ترجمہ) ہے جس کو بغیر استاد کے بچہ اور بوڑھا بخوبی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ جامع اور مدلل ضروری نوٹ بھی درج ہیں۔ سفید ڈمی کاغذ جلد کپڑا قیمت تین روپیہ اس موٹا اور بڑھیا ڈمی کاغذ اعلیٰ جلد مراکو چمڑے والی قیمت چار روپیہ انکے صرف سات نسخے موجود ہیں اسکے علاوہ مجلہ بستان احمد۔ السیرۃ المہدی نیا ایڈیشن از میاں بشیر احمد صاحب ایم اے علم فتاوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس میں حضرت اقدس کے اعتقادات و عبادات اور معاملات کے متعلق تمام فتوے درج ہیں۔

ملنے کا پتہ:۔ محمد عنایت اللہ تاجر کتب۔ قادیان

هو الشافی

تریاق چشم رجسٹرڈ (ممیرا والا)

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

سرکاری اعلیٰ افسران اور ماہرین امراض چشم کی شہادت سے بڑھ کر کس کی شہادت ہو سکتی ہے

۱۔ ہندوستان کے بہت بڑے ماہر امراض چشم لفٹنٹ کرنل ایس۔ ایم۔ اے فاروقی صاحب بہادر ایم۔ ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس راولپنڈی کینٹ رحسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔ (ترجمہ انگریزی سرٹیفکیٹ) میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ مرزا حاکم بیگ ساکن گجرات پنجاب کا تیار کردہ تریاق چشم میں نے اپنے چند بیماروں پر آزمایا۔ اور اسے آنکھوں کے زخم۔ پانی بہنا۔ اور گکروں کے لئے بہت مفید اور موثر پایا۔ اس کے اجزا امراض چشم کے لئے بہت مشہور ہیں۔ ان کے اجزا کی مقدار ہر طرح صحیح اور درست نسبت سے ملائی گئی ہے۔ موجد تریاق چشم کے تیار کرنے کا طریق زمانہ حال کے مروجہ طریقہ کے مطابق صاف اور ستھرا ہے۔

۲۔ جناب خان بہادر میاں محمد شریف صاحب سول سرجن صاحب بہادر کیمبل پور تحریر فرماتے ہیں۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ میں نے تریاق چشم جسے مرزا حاکم بیگ صاحب نے تیار کیا ہے گجرات اور جالندھر میں اپنے ماتحتوں یعنی ڈاکٹروں اور دوستوں میں بھی تقسیم کیا۔ اور میں نے سفوف مذکور کو آنکھوں کی بیماریوں بالخصوص گکروں میں نہایت مفید پایا ہے۔ جیسا کہ دیگر سرٹیفکیٹوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ تریاق چشم کی قبولیت اس سے ظاہر ہے۔ کہ میں نے مدت ہوئی کبھی کسی اخبار میں اشتہار نہیں دیا۔ اب دوستوں کی فرمائش پر یہ اشتہار دیا جاتا ہے۔ تاکہ عام لوگوں کو اس کا علم ہو جائے۔ اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت پانچ روپیہ فی تولہ کے علاوہ ٭ محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بذمہ خریدار ہو گا۔

المشتہر:۔ مرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات

قادیان کا قدیمی، مشہور عالم اور بے نظیر تحفہ

سرمۂ نور رجسٹرڈ

اپنی بےشمار خوبیوں اور سریع التاثیر ہونے کے باعث دنیا بھر میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ یہ قابل قدر اور مقوی بصر ادویات کا مجموعہ بچوں سے لے کر بڑوں تک کے لئے نہایت مفید اور بے ضرر ہے۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بے نظیر ہے ڈاکٹر اور حکما تک اس کے گرویدہ اور مداح ہیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے۔ نصف تولہ ایک روپیہ۔

بچوں کا شربت

بچوں کو تمام امراض سے محفوظ رکھنے کے علاوہ موٹا تازہ اور خوبصورت بنانے میں لاثانی ثابت ہو چکا ہے۔ قیمت چار اونس بارہ آنے۔ دو اونس سات آنے۔

اکسیر مردمی رجسٹرڈ

سرعت ...... احتلام۔ کمزوری اعضاء رئیسہ کیلئے مفید ہے۔ قیمت خوراک ایکماہ ۶۰ گولی دو روپے

کشتہ فولاد

چند خوراکوں کے ہی استعمال سے آپ بول اٹھیں گے کہ واقعی کشتہ فولاد بے نظیر چیز ہے۔ قیمت فی تولہ صہ فی ماشہ آٹھ آنے ۸

موتی منجن

دانتوں کے کل امراض کا شرطیہ علاج۔ کیڑوں کا قاتل اور گوشت خورہ کے لئے تریاق ہے۔ قیمت فی اونس چھ آنے۔

اکسیر النساء

ماہواری ایام کا کم و زیادہ آنا۔ وقت پر نہ آنا وغیرہ وغیرہ کیلئے از حد مفید ہے۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ آٹھ آنے

اکسیر طحال

تلی کے درد اور سوزش وغیرہ کے لئے از حد مفید ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

اکسیر بواسیر

بواسیر خونی ہو یا بادی مستے خواہ کتنے تکلیف دیتے ہوں اسکا استعمال سے چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ لگانے اور کھانے کی دوائی دو روپے۔

طاقت کی گولی رجسٹرڈ

جواں مرد بنا کر صاحب اولاد بناتی۔ اور چہرے کو بارونق بنا کر شباب کی بہار دکھاتی ہے۔ قیمت بحیثیت گولی صرف دو روپے آٹھ آنے۔ پچاس گولی ڈیڑھ روپیہ

طلاء عنبری

بیرونی مالش سے تباہ شدہ پٹھے درست اور مردہ اعصاب حیرت انگیز طریق پر زندہ ہو جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

تریاق معدہ رجسٹرڈ

تمام امراض معدہ کا واحد علاج ہے۔ ہر گھر میں ہر وقت اس کا موجود رہنا ضروری ہے۔ قیمت فی اونس آٹھ آنے۔

اکسیر اٹھرا

اٹھرا کا مجرب علاج ہے۔ بےشمار گھر خدا کے فضل سے آباد ہو چکے ہیں قیمت فی تولہ ایک روپیہ مکمل خوراک ۱۱ تولہ نو روپے۔

سیلان الرحم

عورتوں کی سفید رطوبت کے اخراج کو بند کر کے طاقت بخشتی ہیں تیر بہدف ہے۔ خوراک دو ہفتہ ایک روپیہ۔

افروز

مغلاقی کانوں والا پھوڑا بغیر اپریشن شرطیہ نابود ہو جاتا ہے قیمت اونس ایک روپیہ نصف اونس نو آنے

قبض کشا

یہ قبض کی دشمن ہے اس کے متواتر استعمال سے دائمی قبض بھی دور ہو جاتا ہے۔ قیمت پچاس گولی ۹ر فی درجن ۲ر

جوارش عنبری

نہایت قیمتی اور ہر دلعزیز اور یہ کا بے نظیر مرکب ہے۔ رؤسا امراء اور دماغی محنت کرنے والوں کیلئے بہترین چیز ہے۔ اس کے سامنے مزاروں یاقوتیاں ہیچ ہیں۔ قیمت پانچ تولہ چار روپے۔ نمونہ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ:۔ منیجر شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیح قادیان پنجاب

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لاہور ۸ فروری۔ معلوم ہوا ہے۔ حکومت پنجاب کی تجویز پر لاہور ہائی کورٹ نے تمام عدالتوں کو ہدایات جاری کی ہیں۔ کہ وہ سمنوں میں ملزموں یا گواہوں کو "تم" کی بجائے "آپ" کے لفظ سے مخاطب کیا جائے۔ پرانے فارم ختم ہو چکے ہیں۔ اب جو نئے فارم مستعمل ہونگے ان میں مذکورہ بالا ترمیم کر دی گئی ہے۔

جھانسی ۸ فروری۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے کانگرسی کارکنوں سے تبادلۂ خیالات کے دوران میں کانگرسی وزراء کو مشورہ دیا کہ اگر گورنروں سے انہیں اختلاف ہو جائے۔ تو انہیں ہرگز مستعفی نہیں ہونی چاہئیے بلکہ اس مسئلہ کو گورنر اور مجلس کے تصادم کا سوال بنا دیں۔ جیسا کہ انگلستان میں بادشاہ اور پارلیمنٹ کا سوال بنا دیا جاتا ہے۔ اگر گورنر اسمبلی کو توڑ دے اور وزیروں کو برخاست کر دے تو وزیر مستعفی ہونے سے انکار کر دیں۔

علاوہ ازیں ان کی زیر ہدایت انتخاب کی

پٹنہ ۸ فروری۔ ایک ہزار سنتھالوں نے راج محل میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور ان کے مکانات منہدم کر دیئے تفصیلات کا انتظار ہے

لاہور ۸ فروری۔ پنجاب کانگرس کے انتخابات میں کانگرسیوں کو بہت شکایات تھیں۔ یہ بات پنڈت جواہر لال نہرو کے نوٹس میں لائی گئی۔ تو انہوں نے پنجاب کانگرس کی مقتدر پارٹی سے جواب طلب کیا

بیرون ہند کی جماعتیں اور تحریک جدید کا چندہ

جماعت احمدیہ نیروبی کی قابل تقلید مثال

179

۱:۔ دفتر فنانشل سکرٹری تحریک جدید سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مالی مطالبہ سال چہارم پر جن جماعتوں اور افراد نے لبیک کہا ہے۔ ان کو منظوری کی اطلاع دینے سے فارغ ہو چکا ہے۔ اگر کسی جماعت یا کسی فرد کو منظوری کی اطلاع نہ ملی ہو۔ تو دفتر فنانشل سکرٹری سے براہ راست خط و کتابت کی جائے۔

۲:۔ ہندوستان کی ان جماعتوں اور افراد کے لئے جہاں اردو زبان بولی یا سمجھی جاتی ہے۔ وعدوں کا وقت ختم ہو چکا ہے بگمان جماعتوں یا احباب کے لئے جن کو تحریک جدید سال چہارم کا اب تک کسی وجہ سے علم نہیں ہوا۔ یا اس مطالبہ کے متعلق ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔ انہیں معلوم ہو۔ کہ ان کے لئے وقت ہے۔ ایسے احباب خواہ وہ ہندوستان کے ہی ہوں۔ ان کو وعدہ پیش کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ ان احباب کو بھی اجازت ہے جو وعدہ تو پیش کر چکے ہیں۔ مگر اس میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

۳:۔ اب ان جماعتوں اور افراد کے وعدے حضور کی خدمت میں۔ ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء تک پیش کرنے کا وقت ہے جن میں اردو زبان بولی یا سمجھی نہیں جاتی۔ مثلاً بنگال۔ مدراس۔ برہما وغیرہ اور گلگت و کشمیر کی جماعتیں۔ افراد کے لئے بھی حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ان کی درخواست پر اسی تاریخ تک منظوری فرما دی ہے۔

۴:۔ وہ جماعتیں اور افراد جو بیرون ہند کے کسی ملک کے باشندے ہیں۔ ان کو ۳۰ جون ۱۹۳۸ء تک اپنا وعدہ پیش کرنے کی اجازت ہے۔

۵:۔ بیرون ہند کی ہندوستانی جماعتوں میں سے بہ حیثیت جماعت سب سے پہلا قابل تعریف اور قابل تقلید وعدہ جماعت نیروبی کا حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور ڈاکٹر عمر الدین صاحب محاسب انجمن احمدیہ نے پیش کیا ہے۔ یہ وعدہ ۵۶۸۶ شلنگ کا ہے جو پہلے سال کے وعدے سے دوگنے سے بھی زیادہ ہے۔ تیسرے سال کی رقم ۵۲۵۷ شلنگ تھی جو ساری ادا ہو چکی ہے۔ مذکورہ بالا وعدہ میں لجنہ اماء اللہ نیروبی کا وعدہ بھی ۸۴ شلنگ شامل ہے جو تیسرے سال کے رقم سے سوا ہے۔ جماعت نیروبی کے اکثر احباب نے پہلے سال کی نسبت نمایاں اضافے کئے ہیں اور بعض نے تیسرے سال کے برابر بھی دیا ہے اور ابھی جماعت نیروبی کے وہ دوست جو منزد میں رہتے ہیں ان کے وعدے آنے والے ہیں۔ پس جماعت نیروبی کی یہ مثال بیرون ہند کی جماعتوں کے پیش کرتے ہوئے تحریک کی جاتی ہے کہ ہر وہ احمدی جس کو اللہ تعالیٰ تحریک جدید کی قربانی میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ وہ اپنا وعدہ قابل تعریف اضافے کے ساتھ حضور کے سامنے پیش کرے۔ ڈاکٹر عمر الدین صاحب اور ان کی جماعت کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

۶:۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر بی اے مبلغ بوڈاپسٹ ہنگری حضور کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ تیسرے سال ایک سو روپیہ کا وعدہ حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تھی۔ جس میں سے ساٹھ ادا کر چکا ہوں۔ باقی تین پونڈ یا چالیس روپے آج ارسال ہیں۔ سال چہارم میں شامل ہوتے ہوئے ایک سو بیس روپیہ یا ۹ پونڈ کا وعدہ پیش کرتا ہوں۔ اس سال کوشش کرونگا۔ (وباللہ التوفیق) کہ جماعت احمدیہ بوڈاپسٹ کے دوستوں کو بھی تحریک جدید کے مالی حصہ میں شمولیت کی تحریک کروں۔ آج برادرم ڈاکٹر احمد صاحب کو ایک خوشی کا موقعہ میسر تھا۔ موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو تحریک جدید میں حصہ لینے کی تحریک کی۔ الحمدللہ۔ کہ انہوں نے اس کی اہمیت کے اثر کو قبول کرتے ہوئے نہ صرف ایک پونڈ کا وعدہ کیا۔ بلکہ یہ رقم اسی وقت ادا کر دی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب ناصر اپنے ۹ پونڈ وعدہ میں سے دو پونڈ بھیج رہے ہیں، چنانچہ ان کے ۲ پونڈ تحریک جدید میں وصول ہو گئے ہیں۔

فنانشل سکرٹری تحریک جدید

کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔

کانگڑہ ۸ فروری۔ گزشتہ ہفتہ وادی کانگڑہ میں متواتر ۱۹ گھنٹے بارش ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے آمد و رفت کا سلسلہ

کے درمیان ڈاک گاڑی نمبر ۳۴۲ ڈاؤن اور گولڑا اور کانگڑہ کے درمیان ڈاک گاڑی نمبر ۳۴۳ پٹڑی سے اتر گئی۔

شیلانگ ۸ فروری۔ حکومت آسام نے صوبہ آسام کے ۷ لاکھ ۸۹ ہزار روپیہ کے زراعتی قرضہ میں سے ۵ لاکھ ۸۶ ہزار روپے معاف کر دیتے ہیں۔ یہ روپیہ ۳۰ مئی ۱۹۳۷ء کو واجب الوصول تھا۔ جب کہ حکومت نے اقتصادی بدحالی کے پیش نظر قرضوں کی وصولی ملتوی کر دی تھی۔

جھانسی ۸ فروری۔ ایک ملاقات کے دوران میں پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا کہ اس خبر میں کوئی صداقت نہیں کہ کانگرس ورکنگ کمیٹی نے بنگال اور آسام میں مخلوط گورنمنٹ قائم کرنے کے سوال پر غور کیا تھا۔

لاہور ۸ فروری۔ امید کی جاتی ہے کہ پنجاب اسمبلی کا بجٹ سشن ۲۴ فروری کو شروع ہوگا اور ایک ماہ سے زائد عرصہ تک جاری رہیگا

نئی دہلی ۸ فروری۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ہندوستان میں مصنوعی ریشم کی صنعت جاری کرنے کا اقدام کیا جا رہا ہے ہندوستانی مرکزی کاٹن کمیٹی نے کیمیکل روئی تیار کرنے کے امکانات پر غور کرنے کے لئے ۳۴ ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔ یہ روئی مصنوعی ریشم بنانے میں کام آتی ہے۔

کراچی ۸ فروری۔ سندھ میں کوئی پیر لواری ہے۔ جو ہر سال میلہ منعقد کرتا ہے۔ اور بعض عقل کے کورے لوگ وہاں حج کرنے جاتے ہیں۔ اس میلہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کی طرف سے سول نافرمانی کی

بند ہو گیا۔ پالم پور اور نگروٹا کے سٹیشنوں

بے ضابطگیوں کی تحقیقات کے لئے ایک

نارتھ ویسٹرن ریلوے

۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء سے ۳۱ر اگست ۱۹۳۸ء تک اچھی طرح پریس کی ہوئی روئی (خام) کی بلٹیوں پر جو سمہ سٹہ سے مشرقی اور شمالی جانب نارتھ ویسٹرن ریلوے پر کسی سٹیشن سے دہلی۔ دہلی کشن گنج یا سبزی منڈی کو بک کی جائیں گی۔ موجودہ شرحوں میں ۲۰ فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔ بشرطیکہ مندرجہ ذیل شرائط پوری کی جائیں۔

۱۔ متذکرۃ الصدر عرصہ کے اندر دہلی۔ دہلی کشن گنج یا سبزی منڈی کو مجموعی طور پر یا انفرادی طور پر کم سے کم ۷۵۰۰۰ من روئی بک کی جائے۔

۲۔ کوئی بلٹی دہلی۔ دہلی کشن گنج یا سبزی منڈی کو کسی اور ذریعہ سے نہ بھیجی جائے۔

۳۔ کمیشن کا مطالبہ کرنے والی پارٹی نے کرایہ اسباب واقعہ میں ادا کر دیا ہو۔

۴۔ ریلوے سے پہلے اس امر کا تصفیہ کر لیا گیا ہو۔

اگر اس بارے میں کسی مزید تفصیلات کی ضرورت ہو تو ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے سے خط و کتابت کرنی چاہئیے

اکسیر عنبرین ۱۷

یہ جادو اثر دوائی حلق سے اترتے ہی مقوی اثر دکھانا شروع کرتی ہے۔ ہمت و حوصلہ بڑھتا ہی ممسک مقوی اثر اول ہی ظاہر ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں جوانی ظاہر ہونے لگتی ہے دل و دماغ کو فرحت ہوتی ہے۔ خوراک دس بوند قیمت ۴ ڈرام ۱۲؎ خوراک ۳ چار روپیہ ۲ ڈرام دو روپے۔

اکسیر ۱۸ کشتہ شنگرف

قوت باہ پیدا کرنے میں بے نظیر مانا گیا ہے پٹھوں کو غیر معمولی طاقت بخشتا ہے نامردی کا زبردست علاج ہے عصا پیر ہے اور امراض بادی و بلغمی مثلاً فالج لقوہ، گنٹھیا، دمہ بلغمی۔ کمی ہاضمہ وغیرہ کو اکسیر ہے خون صالح پیدا کر کے چہرہ کو سرخ کرتا ہے۔ قیمت فی تولہ دس روپے ۳ ماشہ ۴ نمونہ ۱۔ ماشہ عہ۔

اکسیر ۵۰

یہ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا بھر میں اس کے برابر طاقتور دوا نہیں ہے۔ پہلی گولی اپنا اثر دکھاتی ہے۔ تمام مردانہ کمزوریوں کو دور کر کے پھر سے نئی طاقت بخشتی ہے۔ کمزور کو قادر بناتی ہے۔ گستی کو چستی سے بدلتی ہے۔ امراض باہ کے واسطے جنرل ٹانک ہے۔ اور چند دنوں میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ قیمت ۳۰ گولی چودہ روپے ۱۵ گولی سات روپے ۸ گولی چار روپے۔ قیمتی ہونے کے باعث امیر لوگوں کے واسطے ہے۔ دوسرے لوگ ان ہی اوصاف کے واسطے اکسیر ۲ استعمال کریں۔ جس کی قیمت ۴ء گولی چار روپے ۳۲ گولی دو روپے اور ۱۶ گولی ایک روپیہ ہے۔

دت مکرد ھوج بٹی ۲۰

سرعت ... مرد کیواسطے ایک رنجدہ مرض ہے لوگ اسکے واسطے غلط ادویات کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ مقوی بھی ہے اور دافع سرعت بھی اعلیٰ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ کوئی منشی مخدر یا سمی گرنیوالی چیز اسکے اندر شامل نہیں جیسا کہ عام ہوتی ہے قیمت ۸ گولی چار روپے نمونہ ۲ گولی دو روپے۔

طلاء ۱:۔ اگر بیرونی نقائص بھی ساتھ ہوں تو مالش کے واسطے طلاء ۱ کو بھی منگوا کر رگوں پٹھوں کو طاقت پہنچاویں۔ قیمت فی شیشی پانچ روپے نمونہ ایک روپیہ چار آنے۔

مفصل حالات جاننے کے رسالہ امراض مخصوصہ مرداں مفت طلب فرماویں۔

خط و کتابت و تار کے لئے پتہ:۔ **امرت دھارا ۱۲۵ لاہور**

المشتہر مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ۔ لاہور

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی